مسئلۂ تکفیر اور امام احمد رضا

فقیہ الہند حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی شارح بخاری
دامت برکاتہم العالیہ صدر شعبۂ افتا، جامعہ اشرفیہ مبارکپور

باسمہ تعالیٰ

اُولٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُوْنَ حَقًّا

یہ لوگ یقیناً کافر ہیں (سورہ نسا آیت ۱۵۱)

مسئلہ تکفیر اور امام احمد رضا

از

فقیہ الہند حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی شارح بخاری دامت برکاتہم القدسیہ۔ صدر شعبہ افتا جامعہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

پیش لفظ

لکھنؤ میں ۱۰؍شوال ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۴؍اپریل ۱۹۹۲ء آیۃ من آیات اللہ، معجزۃ من معجزات رسول اللہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ پر آل انڈیا سطح پر ایک بہت عظیم سیمینار منعقد ہوا تھا جس میں ہندوستان کے گوشے گوشے سے ہر طبقے کے اہل علم دانشور، صحافی شریک ہوئے تھے۔ اس خادم سے متعلق یہ عنوان تھا "مسئلہ تکفیر اور امام احمد رضا" اس وقت میں نے یہ مقالہ لکھا تھا سیمینار کرنے والوں کو لازم تھا کہ اس سیمینار کے اہم مقالوں کو شائع کر دیتے لیکن اہلسنت کے طریقۂ معتاد کے مطابق نشستند وگفتند وبرخاستند پہ سیمینار ختم ہوگیا، اس وقت جب کہ رضا اکیڈمی ممبئی کے ارکان تکمیل شرح بخاری کا جشن منانے جارہے ہیں انھیں لوگوں کے حکم کے مطابق یہ رسالہ شائع کیا جارہا ہے مجھے امید ہے کہ یہ رسالہ بہت ہی مفید ہوگا۔ میں نے پوری کوشش کی ہے کہ مسئلہ تکفیر کے اہم گوشوں کو عام فہم سلیس انداز بیان سے واضح کروں۔ میں اس میں کہاں تک کامیاب ہوا یہ فیصلہ ناظرین کو کرنا ہے۔

محمد شریف الحق امجدی
۴؍ربیع الآخر ۱۴۲۰ھ
۱۸؍جولائی ۱۹۹۹ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امام احمد رضا اور مسئلہ تکفیر

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز ماضی قریب کے وہ عظیم المرتبت جامع جمیع علوم عالم تھے کہ ان کے مثل ان کے ہم عصروں میں تو کوئی کیا ہوگا اگر تعصب، عناد سے ہٹ کر انصاف و دیانت اور خدا کا خوف دل میں رکھ کر دیکھا جائے تو زمانۂ ماضی میں صدیوں پہلے ان کی کوئی نظیر نہیں اکاون (۵۱) یا باون (۵۲) فنون میں ان کی تقریباً ایک ہزار تصنیفات جو ایک اندازہ کے مطابق کتابی سائز کے ایک لاکھ صفحات پر پھیلی ہوئی ہیں جن کے تقریباً چار کروڑ ساٹھ لاکھ الفاظ ہوتے ہیں یہ میرا تخمینہ ہے اور امید ہے کہ صحیح ہوگا، ویسے بعض حضرات نے

فرمایا کہ ایک بار اندازہ لگایا گیا تو یومیہ تحریر کا اوسط ساڑھے تین جز آیا، ایک جز سولہ صفحات کا، تو حاصل یہ نکلا کہ یومیہ ۵۶ صفحے تحریر فرماتے تھے۔

دس شوال ۱۲۷۲ھ کو ولادت ہوئی، ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ کو وصال فرمایا اس حساب سے عمر مبارک ۶۷ سال ۵ مہینے ۱۵ دن کی ہوئی۔

اگرچہ منصب افتاء پر فائز ہونے کی تاریخ ۱۴ شعبان ۱۲۸۶ھ ہے اس طرح منصب افتاء پر فائز رہنے کی کل مدت ۵۳ سال ۶ ماہ گیارہ دن ہے۔

لیکن تصنیف و تالیف کا مشغلہ اس سے بہت پہلے شروع ہو چکا تھا، چنانچہ آٹھ سال کی عمر میں "ہدایۃ النحو" کی عربی شرح لکھی نیز بہت سے فتاوی لکھے جو حضرت والد ماجد کی تصحیح و تصدیق سے مزین ہوئے، ان سب کو چھوڑ دیجئے صرف مسند افتاء پر فائز ہونے کے وقت سے حساب لگایئے تو (۱۰۶۵۸۴۳) دس لاکھ پینسٹھ ہزار آٹھ سو تینتالیس صفحات ہوتے ہیں۔

اور اگر یہ نکتہ ذہن میں رکھا جائے کہ اعلیٰحضرت قدس سرہٗ فل اسکیپ سائز پر لکھتے تھے اور خط بہت باریک ہوتا تھا اعلیٰحضرت قدس سرہٗ کی فل اسکیپ سائز کی تحریر کتابی سائز پر کم از کم ڈیڑھ صفحے ضرور ہوتی تھی تو کتابی سائز پر صفحات کی تعداد تقریباً سولہ لاکھ ہو جائے گی اس تفصیل کی روشنی میں میرا تخمینہ بہت کم ہے۔

اعلیٰحضرت قدس سرہٗ کی تصنیفات کے بارے میں واقف کاروں کی تحقیق یہ ہے کہ لگ بھگ ایک ہزار ہیں اور یہ صحیح ہے، حضرت مولانا عبد المبین صاحب نعمانی مدظلہ العالی نے بڑی کدوکاوش اور تلاش و جستجو سے ایک فہرست تیار کی ہے جس میں ساڑھے سات سو کی تعداد درج ہے۔

یہ بات صحیح ہے کہ اعلیٰحضرت قدس سرہٗ کے ہزارہا ہزار فتاوی رجسٹر میں درج نہ ہو سکے میں نے خود مارہرہ مطہرہ اور جبل پور میں بہت سے ایسے فتاوی دیکھے ہیں جو مطبوعہ فتاوی میں نہیں خود فتاوی رضویہ کی کئی جلدیں غائب ہو گئیں کتاب

الطلاق، کتاب السیر، کتاب الحظر والاباحہ غائب ہوگئیں۔ اب جو کچھ چھپے ہیں وہ ان جلدوں کے غائب ہونے کے بعد جو لکھے گئے ہیں وہ چھپے ہیں۔ حضرت مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ "کتاب الطلاق" پہلی جلد سے بھی زیادہ ضخیم تھی۔ یہی وجہ ہے کہ بجائے ۱۲ ہزار صفحات کے مطبوعہ فتاویٰ رضویہ کے کل صفحات سات ہزار سے کچھ زائد ہیں۔

رسائل کا حال یہ ہے کہ سیکڑوں رسائل غیر متعلق لوگوں کے پاس اعلیٰحضرت قدس سرہٗ کے دست مبارک کے تحریر کردہ موجود ہیں۔

رسالۂ مبارکہ "نوز مبین در رد حرکت زمین"، اعلیٰ حضرت کے کتب خانے سے غائب ہے وہ ایک مولوی صاحب کے یہاں ملا جسے انھوں نے کثیر رقم کے عوض فروخت کیا۔

رسالہ مبارکہ "مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین" میں نے ایک صاحب کے پاس دیکھا اس وقت زیروکس کی مشین ہندوستان نہیں آئی تھی میں نے مانگا کہ دیجیئے نقل کرکے واپس کردوں گا انھوں نے انکار کردیا اب کہتے ہیں کہ غائب ہوگیا۔

مطبوعہ فتاویٰ میں جگہ جگہ ملے گا۔ کہ تحریر فرمایا۔ کما فصلناہا فی فتاوینا، مگر تفصیل کہیں نہیں ملتی "انما اشکو بثی وحزنی الی اللہ ـــــ ان تفصیلات کے ذکر سے مقصود یہ ہے کہ جن صاحب کا اندازہ یہ ہے کہ یومیہ ۵۶ سطروں کے لکھنے کا اوسط تھا تو یہ مستعبد نہیں۔ میں بہت تو کیا زود نویس بھی نہیں مگر بعض دنوں میں دو دو سو سطریں لکھیں۔

اور اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی زود نویسی کا حال یہ تھا کہ جناب سید قناعت علی صاحب فرماتے تھے "کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ اتنا تیز لکھتے تھے کہ جب تحریر فرماتے تو معلوم ہوتا کہ لکھ نہیں رہے ہیں، ہاتھ میں رعشہ ہے، کبھی کبھی ہنگامی

ضرورتوں کے موقع پر اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ ایک صفحہ لکھ کر ہم لوگوں کو صاف کرنے کے لئے دیتے ہم لوگ جتنی دیر میں ایک صفحہ صاف کرتے اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ چار پانچ صفحات لکھ لیتے حالانکہ ہماری زود نویسی مشہور تھی"۔ ایسا زود نویس شخص ۵۳ سال تک روزانہ سولہ سولہ، سترہ سترہ گھنٹے تک مسلسل تصنیف و تالیف کا کام کرے تو کوئی مستبعد نہیں کہ اس کی تصانیف کے صفحات دس پندرہ لاکھ تک پہونچ جائیں لیکن میں نے جو اندازہ لگایا ہے وہ اپنی تحقیق کے لحاظ سے لگایا ہے، یہ معاملہ جذبات کا نہیں، حقائق کا ہے، اسلئے اس پر بہت سنجیدگی، متانت اور ٹھنڈے دل سے غور کرنے کی حاجت ہے ــــ بات ایسی کہی جائے کہ اگر کوئی اسے چیلنج کرے تو ثابت کیا جاسکے اگر ضرورت ہوگی تو میں ثابت کردوں گا کہ تصانیف کے صفحات کی تعداد ایک لاکھ سے کم نہیں ــــ

اس وقت میں نزہۃ القاری جلد ہشتم کی تصحیح اور فہرست سازی میں مصروف ہوں۔ معاندین نے اب نیا شگوفہ چھوڑا ہے کہ اعلیحضرت قدس سرہٗ کے کل یا اکثر رسائل فتاویٰ رضویہ کے جز ہیں اہلسنت یہ فریب دیتے ہیں کہ فتاویٰ رضویہ کو الگ شمار کرتے ہیں اور فتاویٰ رضویہ میں چھپے ہوئے رسائل کو الگ۔

اس پر گذارش یہ ہے کہ کچھ رسائل فتاویٰ رضویہ میں شامل کرکے چھاپ دیئے گئے ہیں جن کی تعداد ایک سو اکتالیس (۱۴۱) ہے۔ چلئے مجموعی میزان سے (۱۴۱) نکال دیجئے پھر بھی تعداد ایک سو سے زائد ہوتی ہے یہ کیا کم ہے۔

رسائل کی تعداد تو ایک ضمنی بات ہے اور تحقیقی بات تو یہ ہے کہ معاصرین کے سارے فتاویٰ ایک طرف رکھیں سب پر فتاویٰ رضویہ جلد اول بھاری ہوگا انصاف و دیانت شرط ہے جو تحقیقات اور استیعاب اور ابحاث اس میں موجود ہیں ان سے معاصرین کے سارے فتاویٰ خالی ہیں بلکہ اس کی گرد تک نہیں پہونچے ہیں مثال کے طور پر ایک سوال یہ ہے کہ کن کن چیزوں سے تیمم جائز ہے اور کن کن چیزوں سے جائز نہیں، اس کا مجمل جامع جواب فقہ کی کتابوں

یہ ہے کہ زمین اور زمین کی جنس سے جو چیزیں ہیں ان سے تیمم جائز ہے زمین کیا چیز ہے سب کو معلوم ہے زمین کی جنس سے کیا کیا چیزیں ہیں اور جنس ارض سے مطلب کیا ہے اس سلسلے میں اعلیٰحضرت قدس سرہٗ کے مطالعہ کی وسعت اور ساتھ ہی ساتھ تحقیق و تفتیش دیکھئے تو عقل دنگ رہ جائے گی زمین میں کیا کیا چیزیں پیدا ہوتی ہیں کیسے پیدا ہوتی ہیں ان کے مادّے کیا ہیں ان سب پر وہ اعلیٰ درجے کی تحقیق فرمائی کہ معدنیات کا بڑا سے بڑا ماہر بھی اس کی گرد تک نہیں پہنچ سکتا۔ تحقیق فرمائی کہ ایک سو اسی (۱۸۰) چیزوں سے تیمم جائز ہے اور ایک سو تیس [۱۳۲] چیزیں ایسی ہیں جن پر بظاہر جنس ارض کا شبہہ ہوتا ہے مگر حقیقت میں جنس ارض سے نہیں اس لئے ان سے تیمم صحیح نہیں قسم اول میں ایک سو سات چیزیں اعلیٰحضرت قدس سرہ کی استخراج ہیں اور قسم ثانی میں تہتر (۷۳) کا استخراج ہے میں نے تو بار بار علانیہ کہا کہ صرف فتاویٰ رضویہ جلد اول اسکی دلیل ہے کہ اعلیٰحضرت قدس سرہ اپنے معاصرین سے ہر علم میں بدرجہا فائق تھے۔

اور ہر تصنیف تحقیق و تدقیق کے اس اعلےٰ درجہ پر ہے جس میں کسی موافق کو نہ کسی اضافے کی گنجائش اور نہ کسی مخالف کو مجال دم زدن جس موضوع پر قلم اٹھایا اس کی بحث کے تمام گوشوں کو ایسا واضح و آشکارا اور مبرہن، مدلّل کر دیا جس میں نہ کہیں لوچ ہے نہ ابہام نہ خفا۔ علمائے حرمین طیبین نے جنکی چند تصنیفات کے مطالعہ کے بعد ان کے وسعت معلومات تبحر علمی، نکتہ رسی، تحقیق و تدقیق سے متاثر ہو کر یہ فرمادیا۔

لیس علی اللہ بمستنکر　　　ان یجمع العالم فی واحد

کے مصداق ہیں۔ ترجمہ۔ اللہ کے لیئے یہ بڑی بات نہیں کہ ساری دنیا ایک شخص میں جمع فرمادے۔ اور انکے ایک فتوےٰ کو مطالعہ کرنے کے بعد فرمایا "لو راٰہ ابوحنیفۃ لقرت عینہ ولجعلہ من اصحابہ" اگر انھیں امام ابوحنیفہ دیکھ لیتے تو ان کی آنکھ ٹھنڈی ہو جاتی اور انھیں اپنے اصحاب میں شامل کر لیتے۔

لیکن کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو ان سب فضائل و کمالات پر پردہ ڈالنے کے لیے جوش عناد و تعصب میں انھیں بدنام کرنے کے لیئے یہ رات دن پروپگنڈہ کرتے رہتے

رہتے ہیں کہ انھوں نے سوائے اس کے اور کوئی کام نہیں کیا ہے کہ اپنے سوا سب کو کافر کہہ کر مسلمانوں کو آپس میں لڑایا ہے اور فتنہ و فساد پھیلایا ہے اس لئے آج کے اس عظیم الشان امام احمد رضا سیمینار میں جس میں ملک کے مختلف طبقات کے ارباب علم و دانش اور محققین مجدد اعظم اعلیٰ حضرت کی زندگی کے بہت سے گوشوں پر روشنی ڈالیں گے میں نے اپنے لئے یہ تجویز کیا کہ مسئلہ تکفیر پر کچھ لکھوں سیمینار کے ارکان کی بھی یہی خواہش تھی جو لوگ داور محشر کے روبرو حاضر ہونے اور ذرّے ذرّے کے حساب دینے پر اعتقاد رکھتے ہیں ان سے میری یہ گذارش ہے کہ وہ فرقہ وارانہ عصبیت اور طبقاتی عناد سے بالاتر ہو کر میری ان سطور کو ٹھنڈے دل اور دیانت کے ساتھ پڑھیں اور پھر غور کریں اور حقیقت کی تہ تک پہونچنے کی کوشش کریں اس سلسلے میں پہلے چند بنیادی باتیں ذہن نشین کر لیں جن پر ان تمام لوگوں کا اتفاق ہے جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔ اور جو مسئلہ تکفیر کے اصل الاصول ہیں۔

کیا تکفیر جرم ہے؟

اس سلسلے میں پہلی بحث یہ آتی ہے کہ کوئی شخص اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے اور اس کا بھی دعویٰ کرتا ہے کہ ہم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے ہیں لیکن اس سے کوئی ایسا فعل یا اس کی زبان سے کوئی ایسا کلمہ نکل جائے جو واقعی کفر ہو تو کیا اس صورت میں اسے کافر کہنا جرم ہے یا اسے کافر کہنا فرض ہے۔ اسے کافر کہنا تخریب ہے یا تعمیر ہے، فتنہ پھیلانا ہے یا فتنہ ختم کرنے کی جدّ و جہد ہے ایسے شخص کو کافر نہ کہنا تعمیر نہیں تخریب ہے اور فتنہ فرو کرنے کی جدوجہد نہیں بلکہ فتنہ انگیزی ہے۔

اس سوال کے جواب میں ہم حقیقت حال پر مطلع ہونے کی خواہش رکھنے والوں کو دینیات کی کتابوں کے ابواب میں سے باب المرتد کے مطالعہ کی زحمت دیں گے۔

اسلاف کے عہد ہی سے عقائد و فقہ کی کتابوں میں بالاتفاق ہر طبقہ کے مصنفین نے اپنی کتابوں میں ایک مستقل باب رکھا ہے جس میں ان

افعال اور ان کلمات کو تفصیل کے ساتھ لکھتے آئے ہیں اور نہایت صراحت کے
ساتھ بغیر کسی اشتباہ کے واشگاف الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ جس نے یہ کام کیا وہ
کافر اور جس نے یہ قول کیا وہ کافر۔

بلکہ خود قرآن مجید پر نظر کی جائے تو اس میں عہد رسالت کے بہت سے نمازیوں
غازیوں بم قسمیں کھا کھا کر کلمہ پڑھنے والوں کو اس بنا پر کہ انھوں نے کوئی کلمۂ کفر
بکا کافر فرمایا۔ ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابو الشیخ عدی بن ابی حاتم نے اپنی تفسیر
میں یہ حدیث ذکر کی کہ کچھ لوگوں نے یہ کہہ دیا تھا " یحدثنا محمد ان
ناقۃ فلان بوادی کذا وکذا فی یوم کذا وکذا وما
یدریہ بالغیب " محمد صلے اللہ علیہ وسلم یہ بیان کرتے ہیں کہ فلاں کی اونٹنی
فلاں جنگل میں ہے انھیں غیب کی کیا خبر —— یہ کہنے والے وہ لوگ تھے
جنھوں نے اپنے بارے میں یہ اعلان کر دیا تھا " آمنا باللہ وبالیوم الآخر الخ
ہم اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائے اور جنھوں نے ان زوردار الفاظ میں رسالت
کا اقرار کیا تھا " نشہد انک لرسول اللہ " ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ بلاشبہہ
ضرور اللہ کے رسول ہیں جنھوں نے حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت
کی جو حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اقتدا میں نماز پڑھتے تھے جو
حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہم رکاب اور ان کے جھنڈے کے نیچے
جہاد کے لئے نکلتے تھے مگر جب حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ اطلاع ملی
کہ انھوں نے یہ کہا ہے کہ محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غیب کی کیا خبر تو انھیں
بلوایا اور ان سے مواخذہ فرمایا کہ تم لوگوں نے ایسا کہا ہے؟ تو انھوں نے کہا
(۱) إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ ہم تو یونہی ہنسی اور کھیل کر رہے تھے اس پر
اللہ عزوجل نے ان زوردار کلمہ پڑھنے والے نمازیوں غازیوں مدنیوں کے
بارے میں یہ حکم ارشاد فرمایا قُلْ أَبِاللّٰهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنْتُمْ

تفسیر درمنثور جلد ثالث ص ۲۵۴

تَسْتَهْزِءُوْنَ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ

(آیت ۶۵-۶۶ سورۂ توبہ) اے محبوب ان سے فرماؤ کیا اللہ اور اسکی آیتوں اور اس کے رسول سے ٹھٹھا کرتے ہو بہانے نہ بناؤ۔ مسلمان ہونے کے بعد تم بلا شبہہ کافر ہو گئے۔

عہد رسالت میں دو شخصوں میں جھگڑا ہوا مقدمہ حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوا حضور نے ایک کے حق میں فیصلہ فرمایا۔ جس کے خلاف فیصلہ ہوا تھا اس نے کہا کہ اس کی حضرت عمر کے یہاں اپیل کریں۔ دونوں حضرت عمر کی خدمت میں حاضر ہوئے معاملہ عرض کرنے کے اثنا میں جس کے حق میں فیصلہ ہوا تھا اس نے یہ بھی بتا دیا کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میرے موافق فیصلہ فرما دیا ہے دریافت فرمایا رسول اللہ نے فیصلہ فرمایا ہے۔ عرض کیا۔ جی۔ ہاں! فرمایا تم دونوں اپنی جگہ رہو گھر کے اندر تشریف لے گئے اور تلوار لے کر باہر تشریف لائے اور اسے قتل کر دیا جس نے کہا تھا کہ حضرت عمر کے یہاں اپیل کریں دوسرا بھاگ کر خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ عمر نے میرے حریف کو قتل کر دیا۔ فرمایا عمر کسی مسلمان کو قتل نہیں کریں گے۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔ (النساء آیت ۶۵)	اے محبوب تیرے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب آپس کے جھگڑوں میں تمہیں حاکم نہ بنائیں اور تم جو فیصلہ کر دو اس سے دلوں میں رکاوٹ نہ پائیں اور اسے کما حقہ مان نہ لیں۔

حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس قتل پر قصاص یا دیت کچھ بھی نہیں واجب فرمائی یہ بدنصیب جس نے حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیصلے کو تسلیم نہیں کیا اور اس کی فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں

۱؎ تفسیر درمنثور جلد ثانی ص ۱۸۰

اپیل کرتے گیا تھا۔ کلمہ گو تھا اپنے کو مسلمان کہتا تھا مگر اللہ عزوجل نے نہایت واضح غیر مبہم الفاظ میں فرمایا کہ ایسے لوگ جو میرے رسول کے فیصلے کو نہ مانیں مسلمان نہیں۔ اب نصِ قرآن سے ثابت ہو گیا کہ اگر کسی سے کوئی کفر سرزد ہو یا اس نے کوئی کلمۂ کفر بکا تو وہ بلا شبہہ کافر ہے اگرچہ وہ کلمہ پڑھتا ہو، نماز پڑھتا ہو جہاد کرتا ہو اور اگر بالفرض یہ جرم اہانت رسول کا ہے تب تو معاملہ بہت ہی سنگین ہے اور ایسا سنگین کہ علماء نے یہ تشریح فرمائی ہے کہ اگر کوئی گستاخ رسول توبہ بھی کر لے حاکم اسلام اسے زندہ نہ چھوڑے گا۔ اٹھا کے دیکھئے شفاء اور اس کی شروح، درر، غرر، درمختار وغیرہ۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ اگر کوئی شخص اپنے آپکو مسلمان کہے اور نمازیں پڑھے، زکوٰۃ دے، روزے رکھے، حج کرے دن رات قال اللہ قال الرسول کا درس دے اور اتنا بڑا متقی ہو کہ کبھی خلاف شرع تھوکے بھی نہیں لیکن اگر اس سے کوئی فعل کفر سرزد ہو جائے یا کوئی کفری قول بک دے تو اسے کافر کہنا بنص قرآن فرض ہے یہ جرم نہیں بہت بڑی عبادت ہے یہ جہاد بالقلم ہے، جہاد باللسان ہے اور اسلامی شریعت کو فاسد مادوں سے پاک کرنے کی سعیٔ مشکور بلکہ حقیقت میں سنت خدا ہے سنت رسول ہے اسے جرم اور کہنا ایسے فرض شناس عالم کو مورد طعن و تشنیع بنانا خود بہت بڑا جرم ہے اس سلسلے میں ایک بہت بڑا مغالطہ یہ دیا جاتا ہے کہ عقائد کا یہ مسلم الثبوت قاعدہ ہے کہ اہل قبلہ کی تکفیر جائز نہیں یعنی جو کعبہ مقدسہ کی طرف منھ کر کے نماز پڑھے اسے کافر کہنا درست نہیں اس پر ہماری دو گذارش ہے کہ جو لوگ علماء کے اس ارشاد کو اپنے لئے بطور سپر استعمال کرتے ہیں خود ان کا عمل اس کے خلاف ہے مثلاً قادیانیوں کی تکفیر یہ لوگ بھی کرتے ہیں جب کہ قادیانی بھی ہمارے قبلہ کی طرف منھ کر کے نماز پڑھتے ہیں اب ہر شخص کے لیئے لمحۂ فکریہ ہے کہ اگر اہل قبلہ کا مطلب ہے کہ جو قبلہ کی طرف منھ کر کے نماز پڑھے وہ بہرحال مسلمان ہے

خواہ کتنے ہی بڑے کفر کا ارتکاب کرے تو پھر آپ لوگ قادیانیوں کو کافر کیوں کہتے ہیں ـــــ دوسری بات یہ ہے کہ اہل قبلہ کا یہ معنیٰ نہیں جو آپ بتا کر اپنے لئے ڈھال بناتے ہیں اہل قبلہ کے معنی یہ ہیں کہ جو کعبہ کی طرف منھ کرکے نماز پڑھنے کے ساتھ ساتھ تمام ضروریات دین پر ایمان رکھتا ہو۔ ضروریات دین میں سے کسی ایک کا بھی انکار نہ کرتا ہو۔ لیکن اگر کوئی کعبہ کی طرف منھ کرکے نماز پڑھتا ہے اور ضروریات دین میں سے کسی ایک کا انکار کرتا ہے تو وہ اہل قبلہ میں سے ہے ہی نہیں ـــــ آیئے اس توضیح کو اپنے عہد کے سب سے بڑے فقیہ اور محدث حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنئے اعلم

ان المراد باهل القبلة الذين اتفقوا على ما هو من ضروريات الدين كحدوث العالم وحشر الاجساد وعلم الله بالكليات والجزئيات وما اشبه ذالك من المسائل فمن واظب طول عمره على الطاعات والعبادات مع اعتقاد قدم العالم او نفي الحشر او نفي علمه سبحانه بالجزئيات لا يكون من اهل القبلة وان المراد بعدم تكفير احدٍ من اهل القبلة عند اهل السنة انه لا يكفر ما لم يوجد شيءٌ من امارات الكفر وعلاماته ولم يصدر عنه شيءٌ من موجباته۔

(شرح الفقه الاكبر ص ۱۸۹)

اہل قبلہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو تمام ضروریات دین پر اتفاق رکھتے ہیں جیسے عالم کا حادث ہونا جسموں کا حشر اور یہ کہ اللہ تعالیٰ تمام کلیات وجزئیات کو جانتا ہے اور اس کے مثل اور مسائل ـــــ اور جو شخص اپنی زندگی بھر طاعات وعبادات کا پابند رہے اور عالم کے قدیم ہونے کا اعتقاد کرے یا حشر کا انکار کرے یا اللہ تعالیٰ کے جزئیات جاننے سے انکار کرے وہ اہل قبلہ سے نہیں ہوگا ـــــ

اور اہل قبلہ کو کافر نہ کہنے سے اہلسنّت کے نزدیک مراد یہ ہے کہ اس کو اس وقت تک کافر نہ کہا جائے گا جب تک کفر کی نشانیوں اور اس کی علامتوں میں سے کچھ نہ پایا جائے اور کفر کے موجبات میں سے کوئی چیز اس سے صادر نہ ہو۔

اس سلسلے میں سب سے اہم اور قابل توجہ اور قابل حفظ امر یہ ہے کہ عہد صحابہ سے لے کر آج تک تمام کلمہ گو افراد کے رہنماؤں کا طریقہ عمل کیا تھا

صحابۂ کرام کا عمل

شیر خدا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد پاک میں خوارج پیدا ہوئے جنھوں نے صرف اس بنا پر کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صفین کے موقع پر تحکیم قبول کر لی تھی کہ دونوں فریق اپنا اپنا ایک ایک حکم بنالیں اور وہ جو فیصلہ کریں اسے دونوں فریق قبول کریں۔ حضرت علی کو مشرک کہا اور دلیل میں یہ آیت پیش کی۔ ان الحکم الا للہ ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ، نے ان سے شدید قتال فرمایا حتیٰ کہ اس کی پوری جدوجہد فرمائی کہ ان سب کو نیست و نابود کر دیں جنگ کے اختتام کے بعد فرمایا کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے بموجب تم نے بدترین خلق کو قتل کیا ــــــــ انھیں کے عہد پاک میں وہ لوگ پیدا ہوئے جنھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ، کو معبود کہا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے حکم دیا کہ انھیں پکڑ کر آگ میں جلا دیا جائے چنانچہ اسی پر عمل درآمد ہوا ــــــــ

تابعین کرام

تابعین کے عہد میں خوارج اور معتزلہ پیدا ہوئے جن میں خوارج نے بہت قوت پکڑلی۔ تابعین کرام نے مسلسل ان سے جہاد کیا اور ان کے گمراہ کن اقوال کا شدید رد فرمایا ائمہ مجتہدین کے عہد میں اور کچھ مزید گمراہ فرقے پیدا ہوئے۔ قدریہ، جہمیہ وغیرہ مجتہدین کرام نے ان سب کا پوری قوت کے ساتھ رد فرمایا۔

جب مامون کے عہد سے معتزلہ ابھرے تو تمام محدثین فقہاء نے مل جل کر ان کا قلع قمع کرنے کی جد وجہد کی۔

روافض دوسری صدی ہی میں پیدا ہو چکے تھے لیکن ان کی نہ کوئی تنظیم تھی اور نہ ان کے عقائد منضبط لیکن جب کسی بھی بزرگ کو ان کے گمراہ کن اقوال کی اطلاع ملتی تو اس کا شدید رد فرماتے یہاں تک کہ حضرت زید شہید سے جب دشمنوں سے مقابلہ کے وقت ان لوگوں نے یہ مطالبہ کیا کہ حضرات شیخین پر تبرا کیجئے تو انھوں نے انکار فرما دیا اور انھیں اپنی جماعت سے الگ کر دیا اور صاف صاف ارشاد فرما دیا رفضونا فرفضناھم۔ انھوں نے ہم کو چھوڑ دیا تو ہم نے بھی ان کو چھوڑ دیا اور جب روافض منظم ہو گئے اور ان کے عقائد مدون ہو گئے تو علماء اسلام نے ان کا مکمل رد کیا ـــــــ

ہمارے ہندوستان میں فرقہ مہدویہ پیدا ہوا تو علماء خاموش نہیں بیٹھے اور ان کے استیصال کی حتی الوسع پوری جد و جہد فرمائی ـــــــ

غرض کہ اسلام کی پوری تاریخ اس کی شاہد ہے کہ جب بھی سواد اہل اسلام کے خلاف کوئی کلمہ گو غلط عقائد و نظریات لے کر اٹھا تو علماء نے اسے نہیں بخشا کیسے بخشتے جب حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے اذا ظھرت الفتن او البدع ولم یظھر العالم علمہ فعلیہ لعنۃ اللہ والملٰئکۃ والناس اجمعین جب فتنے یا گمراہیاں ظاہر ہوں اور عالم اپنے علم کو ظاہر نہ کرے تو اس پر اللہ اور فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہے ـــــــ

ہماری اس گفتگو سے ثابت ہو گیا کہ اگر کوئی کلمہ گو سواد اہل اسلام کے خلاف کسی عقیدے یا نظریے کو پھیلانے کی کوشش کرے تو ذمہ دار علماء و مشائخ مقتیان عظام پر فرض ہے کہ اپنی وسعت و قوت بھر اسکا رد کریں اس کے باطل نظریات کو غلط ثابت کریں اور شریعت کی رو سے اس پر جو حکم عائد ہوتا ہو اسے بر ملا بیان کریں۔

آمدم برسر مطلب

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قدس سرہٗ نے جن افراد کی تکفیر کی ہے وہ مذکورہ بالا اللہ عزوجل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت اور صحابہ سے لے کر آج تک کے تمام علمار اہل سنت کے اسوہ اور طریقہ کی پیروی میں کی ہے اب ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ اعلیحضرت قدس سرہٗ نے جن لوگوں کی تکفیر کی ہے واقعی ان لوگوں سے کفر سرزد ہوا ہے یا نہیں؟ اور وہ کفر کے مجرم ہیں یا نہیں۔ اس سلسلے میں چار نام قابل ذکر ہیں مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا قاسم نانوتوی، مولانا خلیل احمد انبیٹھی، مولانا اشرف علی تھانوی قبل اس کے کہ ہم ان کا جائزہ لیں پہلے یہ بتادیں کہ ان لوگوں کا رابطہ کس طبقہ سے ہے یہ چار افراد مولانا اسمٰعیل صاحب دہلوی کے پیرو اور ان کی کتاب تقویۃ الایمان، صراط مستقیم، یکروزی، ایضاح الحق وغیرہ کے مطابق عقیدہ رکھنے والے اور عمل کرنے والے ہیں ان چاروں میں سب سے مکرم و محترم مولانا رشید احمد گنگوہی نے اپنے فتاویٰ میں مولوی اسمٰعیل دہلوی کی کتاب تقویۃ الایمان کے بارے میں لکھا ہے ـــــ

" تقویۃ الایمان نہایت عمدہ کتاب ہے اس کا رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے"۔ فتاویٰ رشیدیہ مطبوعہ کراچی ص۴۱

یہ مولوی اسمٰعیل دہلوی وہی ہیں کہ جب انھوں نے اپنی کتاب تقویۃ الایمان لکھی تو ان کے ہم عصر دہلی کے تمام علمار اہلسنت نے بالاتفاق ان کا رد لکھا اور ان کی تکفیر کی جس کی تفصیل استاذ الاساتذہ حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی کی کتاب تحقیق الفتوٰی بابطال الطغویٰ میں مذکور ہے۔ جس کی تصدیق اس عہد کے تمام ان علمار دہلی نے فرمائی ہے جو مسلم الثبوت ۔ معتمد علیہ تھے اسی کتاب تقویۃ الایمان کے رد میں خود انھیں کے اہل خاندان بلکہ عم زاد مولانا محمد موسیٰ

اور مولانا مخصوص اللہ نے معید الایمان لکھی اس کے علاوہ ملک کے ہر طبقہ سے اس کتاب کا رد لکھا گیا۔ مولوی اسمٰعیل کے مارے جاتے کے بعد ان کے ہمنواؤں نے ان کی تائید میں جو کتابیں لکھیں ان سب کا رد مسلسل ہوتا رہا جس کی ایک بہت بڑی نظیر حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کی کتاب فیصلہ ہفت مسئلہ ہے اور ان کے مرید اور خلیفہ مولانا عبد السمیع صاحب رامپوری کی کتاب انوار ساطعہ ہے ـــــ

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قدس سرہٗ جب مسند رشد و ہدایت پر فائز ہوئے تو ملک کا ماحول یہ تھا کہ انھیں مولوی اسمٰعیل دہلوی کے پیروکار مولوی قاسم نانوتوی کی کتاب تحذیر الناس کے خلاف پورے ملک میں ایک سورش بپا تھی جس کی تفصیل آگے آرہی ہے ـ اور انھیں مولوی اسماعیل دہلوی کے مذہب کی نشر و اشاعت کرنے والے مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی خلیل احمد انبیٹھی کی کتاب براہین قاطعہ نے ملک میں آگ لگا رکھی تھی جسکے نتیجے میں ۱۳۰۶ھ میں ریاست بھاول پور میں خود کتاب کے مصنف مولوی خلیل احمد انبیٹھی اور حضرت مولانا غلام دستگیر صاحب قصوری کے مابین ایک اہم تاریخی مناظرہ ہوا جس مناظرہ کے حکم نے مولوی خلیل احمد انبیٹھی وغیرہ کے خلاف اپنا فیصلہ دیا ـــــ جب مجدد اعظم اعلیحضرت امام احمد رضا خاں قدس سرہٗ تحذیر الناس براہین قاطعہ، حفظ الایمان کی ان عبارتوں پر مطلع ہوتے جن میں ضروریات دین کا انکار اور حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی توہین تھی تو یہ کیسے ممکن تھا کہ اعلیحضرت قدس سرہٗ اسے برداشت فرماتے آپ نے پہلے ان لوگوں کے رد میں رسائل لکھے "جزاء اللہ عدوہ" "سبحان السبوح" وغیرہ اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں مگر ان لوگوں نے نہ تو اعلیحضرت کے رسائل کا کوئی جواب دیا اور نہ ان عبارتوں سے رجوع اور توبہ کیا اس لئے اعلیحضرت قدس سرہٗ نے ۱۳۲۰ھ میں ان کی تکفیر

فرمائی اعلیٰحضرت قدس سرہٗ کی تکفیر حق ہے یا باطل، صحیح ہے یا غلط ـــــ اب آیئے اُسے عقائد کی کسوٹی پر رکھئے۔

حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے اور صحابۂ کرام نے اور سلف و خلف پوری امت نے خاتم النبیین کے معنی صرف آخر الانبیا بتایا یعنی حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یا حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے بعد کسی کو بھی منصب نبوت نہیں مل سکتا اور کوئی نبی نہیں ہو سکتا ـــــ وہ بھی اس قید کے ساتھ کہ اس میں نہ تو کسی تاویل کی گنجائش ہے نہ کسی تخصیص کی۔ تصریحیں فرما دیں کہ اگر کوئی اس میں کسی قسم کی تاویل یا کوئی تخصیص کرے تو وہ کافر ہے جس پر احادیث کریمہ اور ارشادات سلف و خلف نص جلی ہیں جسے اس کی تفصیل دیکھنی ہو وہ مجدد اعظم اعلیٰحضرت قدس سرہٗ کا رسالہ مبارکہ (جزاء اللہ عدوہ باباءہ ختم النبوۃ) کا مطالعہ کرے۔ جس میں ایک سو تیس احادیث کریمہ اور تیس ارشادات علماء سے ثابت فرمایا ہے۔

کہ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی ایسا قطعی یقینی معلوم و مشہور ہے جس میں کسی قسم کے شبہہ کی گنجائش نہیں۔ جیسے علماء تو علماء عوام بھی جانتے ہیں۔ اگر عوام سے پوچھا جائے کہ خاتم النبیین کے معنی کیا ہیں؟ تو وہ بھی بلا توقف بتا دیں گے کہ "آخری نبی" اسی وجہ سے یہ ضروریات دین سے ہے امام قاضی عیاض شفاء میں فرماتے ہیں۔

(۱) لانہ اخبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ خاتم النبیین لا نبی بعدہ واخبر عن اللہ تعالیٰ انہ خاتم النبیین وانہ ارسل کافۃ للناس	نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی کہ وہ خاتم النبیین ہیں اور یہ خبر دی کہ اللہ عزوجل نے انھیں خاتم النبیین بنایا اور پوری مخلوق کا رسول بنایا تمام امت کا اس پر اجماع

اجمعت الامة علی حمل هذا الکلام علی ظاهره وان مفهومه المراد به دون تاویل ولا تخصیص فلا شک فی کفر هولاء الطوائف کلها قطعا۔ جلد دوم صفحہ ۲۵۰

ہے کہ یہ کلام (خاتم النبیین) اپنے ظاہری معنی پر محمول ہے اس کا جو مفہوم ہے یعنی آخری نبی ہونا یہی مراد ہے جسمیں نہ کوئی تاویل ہے نہ کوئی تخصیص ہے تو مذکورہ بالا لوگوں کے کافر ہونے میں ہرگز کوئی شک نہیں۔

(۲) شفاء کی اس عبارت کو محمد شفیع صاحب مفتی دیوبند نے بھی اپنی کتاب ختم النبوۃ فی الاثار میں قادیانیوں کے خلاف بطور سند ذکر کیا ہے۔

(۳) حجۃ الاسلام امام غزالی کتاب الاقتصاد میں فرماتے ہیں۔

ان الامة فهمت من هذا اللفظ انه افهم عدم نبی بعده ابدا وعدم رسول بعده ابدا وانه لیس فیه تاویل ولا تخصیص ومن اول بتخصیص فکلامه من انواع الهذیان لا یمنع تکفیره لانه مکذب بهذا النص الذی اجمعت الامة علی انه غیر مؤول ولا مخصوص

اس میں شک نہیں کہ امت نے خاتم النبیین سے یہ سمجھا ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ حضور کے بعد کبھی بھی کوئی نبی ہوگا نہ کوئی رسول نیز یہ کہ اس میں نہ کوئی تاویل ہے نہ کوئی تخصیص اگر کوئی اس میں تاویل و تخصیص کرے تو وہ ہذیان کی قسم سے ہے اور اسے کافر کہنے سے کوئی چیز مانع نہیں کیونکہ وہ قرآن کی اس نص کو جھٹلا رہا ہے جس کے بارے میں امت نے اجماع کیا ہے کہ نہ اس میں تاویل ہے نہ تخصیص۔

(۴) علامہ عبدالغنی نابلسی شرح الفوائد میں لکھتے ہیں۔

فساد مذهبهم غنی

یعنی فلاسفہ کا یہ قول کی نبوت کسب سے

عن البیان بمشاهدة
العیان کیف وهو یودی
الی تجویز نبی مع نبینا
صلی الله علیه وسلم
او بعده وذالک یستلزم
تکذیب القرآن
اذ قد نص علی انه
خاتم النبیین وآخر
المرسلین وفی السنة
انا العاقب ولا نبی
بعدی واجمعت الامة علی
ابقاء هذا الکلام علی ظاهره
وهذه احدی المسائل المشهورة
کفرنا بها الفلاسفة لعنهم الله تعالی

ل سکتی ہے۔ ایسا کھلا ہوا فساد ہے
جو محتاج بیان نہیں کیسے فاسد نہ ہوگا
جب کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے نبی
صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یا حضور کے
بعد کسی نبی کا ہونا جائز ہے اسے قرآن
کی تکذیب لازم ہے اس لیئے قرآن نے
اس پر نص فرمادی ہے کہ حضور خاتم النبیین
اور آخر المرسلین ہیں اور حدیث میں ہے
کہ میں سب میں پچھلا نبی ہوں میرے بعد
کوئی نبی نہیں اور امت نے اس پر اجماع
کیا ہے کہ یہ کلام اپنے ظاہری معنی پر باقی ہے
اور یہ ان مسائل میں سے ایک ہے جسکی
بناء پر ہم نے فلاسفہ کو کافر کہا ہے اللہ
تعالیٰ ان پر لعنت فرمائے۔

(۱) ناظرین! غور کریں کہ ان تینوں عبارتوں سے ظاہر ہو گیا کہ پوری امت کا اس پر قطعی یقینی اجماع ہے کہ خاتم النبیین اور لا نبی بعدی کے معنی صرف یہ ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی آخری رسول ہیں حضور کے زمانہ میں یا حضور کے بعد کسی نبی ہونے کو جائز جاننے والا کافر ہے خواہ وہ نبی بالعرض مانے یا ظلی بروزی بہر حال کافر ہے۔

(۲) حضور کے زمانہ میں یا حضور کے بعد کوئی نبی جائز ماننا خاتمیت محمدی کے منافی ہے اس کے معارض ہے، قرآن کی تکذیب ہے۔

(۳) لہٰذا یہ کہنا کہ اگر حضور کے زمانہ میں یا حضور کے بعد کوئی نبی پیدا ہو تو آپکا

خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔ خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا قرآن کی تکذیب ہونے کی وجہ سے کفر ہے اور ایسا کہنے والا کافر ہے۔

(۴) ان عبارتوں نے بتایا کہ امت کا اس پر بھی اجماع ہے کہ اس میں نہ کسی تاویل کی گنجائش ہے نہ کسی تخصیص کی بلکہ کسی قسم کی تاویل یا تخصیص کرنے والا کافر ہے اس لئے یہ کہنا کہ خاتم النبیین کے معنیٰ آخری نبی کے نہیں نبی بالذات کے ہیں ضرور کفر ہے اور ایسا کہنے والا ضرور کافر ہے۔

اب آیئے اس خصوص میں دیوبندی مکتب فکر کا عقیدہ ملاحظہ فرمایئے۔

نانوتوی صاحب کی کفری عبارت

مولوی قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند اپنی کتاب تحذیر الناس کے صفحہ ۳ ر ۴ پر لکھتے ہیں۔

اول معنیٰ خاتم النبیین معلوم کرنا چاہیئے کہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو سو عوام کے خیال میں رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنیٰ ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں ——

پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ ہاں اگر اس وصف کو اوصاف مدح میں سے نہ کہیئے اور اس مقام کو مقام مدح نہ قرار دیجئے تو البتہ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی صحیح ہو سکتی ہے مگر میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارہ نہ ہو گی کہ اس میں ایک تو خدا کی جانب زیادہ گوئی کا وہم ہے۔
آخر اس وصف میں اور قد و قامت شکل و رنگ حسب ونسب سکونت وغیرہ اوصاف میں جن کو نبوت یا اور فضائل میں کچھ دخل نہیں۔ کیا فرق ہے؟ جو اس کو ذکر کیا اوروں کو ذکر نہ کیا ــــــ
دوسرے رسول اللہ صلعم کی جانب نقصان قدر کا احتمال ہے۔ کیونکہ اہل کمال کے کمالات ذکر کیا کرتے ہیں اور ایسے ویسے لوگوں کے اس قسم کے احوال بیان کیا کرتے ہیں اعتبار نہ ہو تو تاریخوں کو دیکھ لیجئے۔
باقی یہ احتمال کہ یہ دین آخری دین تھا اس لیئے سدباب اتباع مدعیان نبوت کیا ہے جو کل کو جھوٹے دعوے کرکے خلائق کو گمراہ کریں گے ــــ البتہ فی حد ذاتہ قابل لحاظ ہے۔
پر جملہ ،، ما کان محمد ابا احد من رجالکم ۔ اور جملہ ،، و لکن رسول اللہ وخاتم النبیین میں کیا تناسب تھا؟ جو ایک کو دوسرے پر عطف کیا اور ایک کو مستدرک منہ اور دوسرے کو استدراک قرار دیا۔
اور ظاہر ہے کہ اس قسم کی بے ربطی بے ارتباطی خدا کے کلام معجز نظام میں متصور نہیں اگر سدباب مذکور منظور ہی تھا تو اس کے لیئے اور بیسیوں موقع تھے بلکہ بنائے خاتمیت اور بات پر ہے جس سے تاخر زمانی اور سدباب مذکور خود بخود لازم آجاتا ہے ص۴ ــــــ

خاتم النبیین بمعنی آخر النبیین کا انکار

ہم نے تحذیر الناس کی اس موقع کی عبارت پوری لفظ بلفظ نقل کردی ہے۔ ناظرین اسے بغور پڑھیں۔ کیونکہ عبارت بہت گنجلک اور پیچیدہ ہے ہوسکتا ہے کہ ایک بار پڑھنے سے نہ سمجھ میں آئے تو بار بار پڑھیں اور عربی فارسی الفاظ کے ترجمے کسی لغت کی کتاب میں دیکھ لیں ہم نے کوئی تشریح اس لیئے نہیں کی کہ ہوسکتا ہے نانوتوی صاحب کے کسی نیاز مند کو یہ کہنے کی گنجائش مل جائے چونکہ تحذیر الناس کی عبارت کا مطلب غلط بتایا ہے اس لیئے اس کے معنی کفری ہو گئے۔ البتہ ناظرین ہماری مندرجہ ذیل گذارش کو بغور پڑھ لیں اور خود فیصلہ کریں۔

نانوتوی صاحب نے اس عبارت میں بڑے شد و مد اور زور و شور سے یہ ثابت کیا ہے کہ خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین نہیں ہیں نہ یہ معنی کسی طرح بن سکتے ہیں خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین ہونے کو انھوں نے سترہ طریقوں سے باطل مانا ہے

اوّل۔ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی ہونا" ناسمجھ عوام کا خیال ہے۔ واضح ہو کہ یہاں اس عبارت میں عوام کے مقابلہ میں اہل فہم بولے ہیں جس سے متعین ہے کہ عوام سے مراد ناسمجھ لوگ ہیں۔

دوم۔ اسے خیال بتایا عقیدہ نہیں خیال کا معنی وہم گمان رائے وغیرہ کے ہیں اب اس کا مطلب یہ ہوا کہ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی عقیدہ نہیں

جو قطعی یقینی غیر متزلزل ہوتا ہے۔ بلکہ ناسمجھ عوام کی رائے ہے جو انھوں نے
از خود قائم کرلی ہے قرآن وحدیث واقوال سلف سے ثابت نہیں۔
سوئم۔ آخری نبی ہونے کو مقام مدح میں یعنی تعریف کے موقع پر ذکر کرنا صحیح نہیں۔
اور یہ آیت کریمہ مقام مدح میں ہے ــــ اس لئے اس آیت میں
خاتم النبیین آخری نبی کے معنی میں نہیں ــــ اس کا صاف صاف مطلب
ہوا کہ آخر الانبیاء ہونے میں کوئی مدح نہیں کچھ فضیلت نہیں نہ بالذات
نہ بالعرض۔
چھارم۔ اس آیت کو مقام مدح میں نہ مانیں اور خاتم النبیین کو اوصاف مدح
میں سے تسلیم نہ کریں تو خاتم النبیین کے معنی آخری نبی ہونا درست
ہوسکتا ہے مگر چونکہ یہ آیت مقام مدح میں ہے اور خاتم النبیین وصفِ
مدح ہے اس لئے اس آیت میں خاتم النبیین کا معنی آخری نبی ہونا درست
نہیں۔
پنجم۔ اگر خاتم النبیین کا معنیٰ آخری نبی مراد لیں گے تو خدا کے بے ہودہ گو لغو
گو ہونے کا وہم ہوگا ــــ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آخری نبی ہونا بیہودہ اور
لغو وصف ہے جس میں کچھ بھی فضیلت نہیں نہ بالذات نہ بالعرض۔
ششم۔ آخری نبی ہونا قد وقامت وغیرہ ایسے اوصاف میں سے ہے جنھیں فضائل
میں کچھ دخل نہیں اس کا صاف صاف بالکل واضح غیر مبہم یہ معنی ہوا کہ آخر۔
الانبیاء ہونے میں کچھ فضیلت نہیں نہ بالذات نہ بالعرض۔
ھفتم۔ اگر حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی مانیں گے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے نقصان قدر کا احتمال لازم آئے گا یعنی یہ کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ
وسلم کا مرتبہ کم ہے ــــ اس کا یہ مطلب ہوا کہ آخری نبی ہونا ایک ناقص
وصف ہے جس میں کچھ فضیلت نہیں ہے نہ بالذات نہ بالعرض۔

ھشتم ۔ آخری نبی ہونا ایسے ویسے یعنی معمولی درجہ کے لوگوں کے عام اوصاف کی طرح ہے اس کا بھی حاصل یہی ہے کہ آخری نبی ہونے میں کچھ فضیلت نہیں نہ بالذات نہ بالعرض۔

نہم ۔ اگر خاتم النبین کا معنیٰ آخر النبیین لیں گے تو اس آیت کے پہلے والے جملے اور اس میں تناسب نہ رہے گا۔

دھم ۔ ایک کا عطف دوسرے پر درست نہ ہوگا۔

یازدھم ۔ ایک کو مستدرک منہ اور دوسرے کو استدراک بنانا صحیح نہ ہوگا۔

دوازدھم ۔ اللہ کے کلام معجز نظام میں بے ارتباطی لازم آئے گی۔

سیزدھم ۔ نبوت کے جھوٹے دعویداروں کے اتباع کو روکنے کے لئے اس آیت میں خاتم النبیین نہیں فرمایا گیا اگر یہ روکنا مقصود ہوتا تو ضرور خاتم النبیین کے معنیٰ آخر الانبیاء ہوتے ــــــ مگر چونکہ روکنا اس سے مقصود نہیں اس لئے اس آیت میں خاتم النبیین کے معنیٰ آخر الانبیاء نہیں۔

چھاردھم ۔ اس کا یہ موقع نہیں اس کے بیسیوں اور دوسرے مواقع تھے۔

پانزدھم ۔ آخری نبی ہونے پر بنائے خاتمیت نہیں کسی اور بات پر ہے۔

خاتم النبیین کے معنیٰ آخری نبی کے نہیں خاتمیت کی بنا آخری ہونے پر نہیں۔ یہ ثابت کرنے کے بعد نانوتوی صاحب خاتم النبیین کے معنیٰ اور جس پر خاتمیت کی بنا ہے صفحہ ۴ پر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں ــــــ

سو اسی طور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت کو تصور فرمائیے یعنی آپ موصوف بوصف نبوت بالذات ہیں ــــــ اور سوائے آپ کے اور نبی موصوف بوصف نبوت بالعرض ــــــ اوروں کی نبوت آپ کا فیض ہے پر آپ کی نبوت کسی اور کا فیض نہیں۔

اب یہ بات بالکل صاف ہوگئی کہ خاتم النبین کا معنیٰ آخری نبی نہیں بلکہ بالذات نبی ہوتا ہے اور خاتمیت کی بنیاد نبی بالذات ہونے پر ہے

شانزدھم: اس لیئے صفحہ ۱۴ پر یہ نتیجہ نکالا ــــ "غرض اختتام اگر بایں معنیٰ تجویز کیا جاوے جو میں نے عرض کیا تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء گذشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔"

ھفدھم نیز صفحہ ۲۸ پر مزید نتیجہ یہ نکالا۔ "اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا چہ جائے کہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے۔

یہ کل سترہ وجوہ ہوئے جن سے نانوتوی صاحب نے اپنا یہ عقیدہ ثابت کیا ہے۔ کہ خاتم النبین کے معنیٰ آخر النبین نہیں بلکہ نبی بالذات کے ہیں ــــ

نیز یہ بھی واضح کر دیا کہ نبی بالذات ہونے کو آخری نبی ہونا کسی طرح لازم نہیں ــــ

(اوّلاً) نانوتوی صاحب جیسا بیدار مغز محقق ماہر مناظر اگر نبی بالذات ہونے کو آخری نبی ہونا لازم مانتا تو صفحہ ۱۴ پر یہ نہیں لکھتا۔

"بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں کوئی اور نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے"ــــ

(ثانیاً) صفحہ ۲۸ پر یہ نہیں لکھتا۔

"بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی
خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا چہ جائے کہ آپ کے
معاصر کسی اور زمین میں ہوں۔ یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی نبی
تجویز کیا جائے"۔

ظاہر ہے کہ اگر واقعی خاتمیت ذاتی کو زمانی لازم ہوتی تو حضور کے زمانہ
میں کسی نبی کے ہونے سے آپ کا خاتم ہونا ختم ہو جاتا اور آپ کے بعد کسی نبی کے
ہونے سے خاتمیت محمدی رخصت ہو جاتی۔ اس لئے کہ ہر ادنی اسی عقل رکھنے
والے پر یہ بات واضح ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا آخری نبی ہونا اسکے
منافی ہے کہ حضور کے عہد مبارک میں یا بعد میں کوئی نیا نبی کہیں بھی پیدا ہو ____
اور نانوتوی صاحب جب یہ تصریح کر رہے ہیں کہ آپ کے زمانہ میں یا آپ کے بعد
کسی جدید نبی ہونے کے باوجود آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہے گا۔ اور آپکے
خاتمیت میں کچھ فرق نہیں آئے گا ____ تو ثابت کہ وہ نبی بالذات ہونے کو
آخری نبی ہونا لازم نہیں مانتے۔ اس لئے کہ جو چیز لازم کے منافی ہے وہ ملزوم
کے بھی ضرور منافی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ
میں یا بعد میں کسی نبی کے ہونے سے خاتمیت زمانی ضرور ختم ہو جائے گی اور جب
یہ ختم تو اس کا ملزوم خاتمیت ذاتی بھی ختم ____ جب صورت حال یہ ہے کہ خاتمیت
ذاتی کو زمانی لازم مانیں تو دونوں ختم ____

ثالثاً۔ نانوتوی صاحب ابتدا ہی میں چودہ وجوہ سے یہ ثابت کر آئے کہ
خاتم النبیین کے معنی آخر الانبیاء ہونا باطل ہے اور بطلان لازم بطلان
ملزوم کو مستلزم۔ تو اگر ان کے عقیدے کے خلاف کوئی صاحب خاتمیت
ذاتی کو لازم مانیں تو لازم آئے گا کہ خاتمیت ذاتی بھی باطل ____
اب نہ ذاتی رہی نہ زمانی۔

رابعاً۔ نانوتوی صاحب کے نیاز مند ناحق ان پر تہمت رکھتے ہیں اس کا ہمارے پاس یا اگر خود نانوتوی صاحب ہوتے تو انھیں کے پاس کیا علاج۔ نانوتوی صاحب نے خود لکھا۔

"ہاں اگر بطور اطلاق یا عموم مجاز اس خاتمیت کو زمانی اور رُتبی سے عام لیجئے تو پھر دونوں طرح کا ختم مراد ہوگا۔ پر ایک مراد ہو تو شایان شان محمدی خاتمیت رُتبی ہے نہ زمانی"۔ تحذیر الناس صفہ ۸

اس کا صاف صاف مطلب یہ ہوا کہ خاتمیت زمانی یعنی آخر الانبیاء ہونا حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے شایان شان نہیں تو اسے لازم ماننے سے کیا فائدہ ۔ بلکہ الٹے لازم آئے گا کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے شایان شان جو وصف نہیں اسے حضور کے لیئے ثابت مانا گیا اس میں نقصان قدر کا احتمال اور اللہ عزوجل کی طرف بیہودہ بکواس کا توہم ہوگا ۔ بلکہ آخر کے اس جملہ میں خاتمیت زمانی کا بالکل صفایا کر دیا خواہ خاتمیت کو مطلق مانیں خواہ اس میں عموم مجاز کا قول کریں ۔ کہ جب یہ شایان شان نہیں تو اس کا اثبات حضور کے لیئے لغو بے فائدہ ہی نہیں نقصان قدر کا سبب ہوگا۔

ان سب سے ہٹ کر خود نانوتوی صاحب کا ایک اعتراف سُن لیجئے وہ اپنے مکتوب میں ایک معتمد علیہ خصوصی کو لکھتے ہیں ۔

معنی خاتم النبیین در نظر ظاہر پرستاں ہمی باشد کہ زمانہ نبوی آخر است از زمانہ گذشتہ بعض نبی دیگر نخواہد آید مگر می دانی ایں سخن ایست کہ نہ مدحے است در آں	خاتم النبیین کا معنی ظاہر پرستوں کی نظر میں یہی ہے کہ زمانہ نبوی گذشتہ انبیاء کے زمانہ سے آخر ہے اور اب کوئی نبی نہ آئے گا مگر تم جانتے ہو کہ یہ ایسی بات ہے کہ اس میں نہ تو کوئی تعریف ہے اور نہ کوئی

نہ ذمے ــــ برائی ۔ قاسم العلوم ص۵۵ مکتوب اول بنام مولوی محمد فاضل ــــ

ہر شخص جانتا ہے کہ مصنف اپنی مراد کو بخوبی جانتا ہے جب نانوتوی صاحب نے بغیر کسی ایچ پیچ کے صاف صاف بیان کر دیا کہ آخر الانبیاء ہونا مدح اور تعریف کی بات نہیں اس میں کوئی مدح نہیں ــــ جب کہ اس میں کوئی مدح نہیں تو اسے خاتم بالذات کو لازم مان کر حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت کرنا بقول نانوتوی صاحب بیہودہ لغو وغیرہ وغیرہ ضرور ہوگا پھر یہ کہنا کہ نانوتوی صاحب ختم ذاتی کے لئے ختم زمانی لازم مانتے ہیں تو ان پر تہمت اور افترا کے سوا اور کیا ہے ۔

اسی سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ص۳ پر " بالذات کچھ فضیلت نہیں" میں بالذات کی قید صرف "داشتہ بکار آید" کے طور پر ہے ــــ

ثابت ہو گیا کہ نانوتوی صاحب کا عقیدہ یہ ہے کہ خاتم النبیین کے معنی آخر الانبیاء نہیں صرف نبی بالذات کے ہیں جیسے آخر الانبیاء ہونا لازم بھی نہیں ــــ

اسی وجہ سے انھوں نے ص۱۴ ص۲۸ پر صاف صاف بلا کسی ابہام کے لکھ دیا ــــ

> اگر حضور کے زمانہ میں کوئی اور نبی پیدا ہو جائے تو بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو جاتے تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا ۔

نانوتوی صاحب پر شرعی مواخذے

نانوتوی صاحب نے دیدہ و دانستہ بالقصد والا رادہ

تحذیر الناس کی ان عبارتوں میں مندرجہ ذیل قطعی یقینی ایسے کفریات کا ارتکاب کیا جس میں کسی قسم کے ذرہ برابر شک وشبہہ کی کوئی گنجائش نہیں جسمیں کسی تاویل کی کوئی گنجائش نہیں نہ تاویل قریب کی نہ تاویل بعید کی۔

(۱) قرآن مجید کے ارشاد خاتم النبین کے معنیٰ سب میں پچھلا نبی، آخری نبی خود حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے بتائے، صحابۂ کرام نے بتائے ۔۔۔ پوری امت نے بتائے اور اس پر پوری امت نے قطعی یقینی اجماع کر لیا کہ خاتم النبین کے صرف یہی معنیٰ ہیں ۔۔۔ وہ بھی اس تشریح کے ساتھ کہ اس میں کسی قسم کی تاویل یا تخصیص کی ذرہ برابر کوئی گنجائش نہیں اس کو نانوتوی صاحب نے عوام یعنی نا سمجھ لوگوں کا خیال بتلایا۔

(۲) حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کو نافہم عوام میں داخل کیا۔

(۳) اس اعلیٰ درجہ کے وصف مدح کو مقام مدح میں ذکر کے قابل ہونے سے انکار کیا اور اس کو وصف مدح ماننے سے بھی انکار کیا۔

(۴) اسے زیادہ گوئی یعنی بیہودہ گوئی لغو گوئی کہا۔

(۵) اسے فضیلت سے بالکلیہ خالی کہا۔

(۶) اسے ایسے ویسے گئے گذرے لوگوں کے احوال میں داخل کیا۔

(۷) اسے اللہ عزوجل کے کلام معجز نظام کے منافی کہا۔

(۸) اسے قرآن کے تناسب اور ارتباط میں مخل مان کر کہا۔

(۹) اسے جھوٹے مدعیان نبوت کے جھوٹے دعوائے نبوت کے سد باب کے لئے نہیں مانا۔ اس آیت مبارکہ کو اس کا موقع نہیں مانا۔

(۱۰) اسے بنائے خاتمیت ماننے سے انکار کیا۔ بنائے خاتمیت دوسری بات پر رکھا۔

(۱۱) خاتم النبیین کا معنی اپنے جی سے یہ گڑھا آپ موصوف بوصف نبوت بالذات ہیں اور سوائے آپ کے اور انبیاء موصوف ــــ بوصف ــــ

نبوت بالعرض۔

(۱۴) حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جدید نبی پیدا ہوتے کو خاتمیت محمدی کے منافی نہ ماننا۔

(۱۵) حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی جدید نبی کے پیدا ہوتے کو خاتمیت محمدی کے منافی نہیں ماننا۔

اب ناظرین سے سوال ہے؟ کیا اتنے کفریات کے ارتکاب کے باوجود بھی تحذیر الناس کے مصنف نانوتوی صاحب مسلمان ہی رہے؟ کیا اب بھی ان کی تکفیر فرض نہیں تھی اس کا فیصلہ آپ حضرات پر چھوڑتا ہوں۔

تحذیر الناس کے خلاف شورش

یہی وجہ ہے کہ تحذیر الناس جہاں بھی پہونچی تو خود نانوتوی صاحب کے زمانے میں وہاں کے علماء نے اس سے بیزاری ظاہر کی۔ اسکا زبانی بھی اور تحریری بھی رد کیا۔ تحذیر الناس سے پوری امت بیزار تھی اس کو اشرف علی تھانوی نے اپنے ان الفاظ میں بیان کیا۔

جس وقت مولانا نانوتوی صاحب نے تحذیر الناس لکھی ہے کسی نے ہندوستان بھر میں مولانا کے ساتھ موافقت نہیں بجز مولانا عبد الحئی کے۔

(الافاضات الیومیہ جلد چہارم صفحہ ۵۸ ملفوظ صفحہ ۹۲۷)

نانوتوی صاحب ایکبار ریاست رامپور گئے اس کا قصہ ارواح ثلثہ میں یوں لکھا ہے۔

اپنے کو ایک ملازم کی حیثیت سے ظاہر کیا اس لئے کہ خفیہ پہونچیں جب رامپور پہونچے تو جناب

نے اپنا نام خورشید حسن بتلایا اور لکھوا دیا۔ اور ایک نہایت ہی غیر معروف سرائے میں مقیم ہوئے اس میں بھی ایک کمرہ چھت پر لیا یہ وہ زمانہ تھا کہ تحذیر الناس کے خلاف اہل بدعات میں ایک شور برپا تھا۔ مولانا کی تکفیر تک ہورہی تھی حضرت کی غرض اس اخفاء سے یہی تھی کہ میرے علانیہ پہونچنے سے اس بارہ میں جھگڑے اور بحثیں نہ کھڑی ہوجائیں۔ (ارواح ثلثہ صفحہ ۲۶۱)

ارواح ثلثہ کے جاہل متعصب راوی نے تحذیر الناس کے رد کرنے والے علماء کو اہل بدعات قرار دیا۔ اب آیئے ان کے ایک نیاز مند دیوبندی جماعت کے بہت بڑے عالم جن کی حیثیت دیوبندی برادری میں ایک عالم ہی کی نہیں بلکہ جمیعۃ العلماء کی ہے۔ وہ ہیں انور شاہ کشمیری بلکہ ڈھابیلی یہ تحذیر الناس کی تردید کرتے ہوئے اپنے رسالہ خاتم النبیین کے صفحہ ۳۸ پر لکھتے ہیں۔

وارادۂ ما بالذات وما بالعرض عرف فلسفہ است نہ عرف قرآن مجید و حوار عرب و نہ نظم قرآن راہم چوں گو نہ ایمان و دلالت براں پس اضافہ استفاضۂ نبوت زیادت است بر قرآن بمحض اتباع ہوا۔

یعنی ما بالذات و ما بالعرض کا ارادہ (جیسا کہ تحذیر الناس میں ہے) فلسفہ کا عرف ہے قرآن مجید کا عرف یا عرب کا محاورہ نہیں اور نہ نظم قرآن کا اس کی طرف کوئی اشارہ ہے پس اضافہ استفاضۂ نبوت محض اتباع ہوا کی وجہ سے قرآن پر زیادتی ہے۔

یہی بزرگ قریب قریب یہی مضمون اپنے دوسرے رسالہ "عقیدۃ الاسلام" کے صفحہ ۲۵۶ پر لکھ چکے ہیں۔

دیکھئے انور صاحب نانوتوی صاحب کے بہت نیاز مند ہیں مگر تحذیر الناس

ہیں کلام مجید کی تمام امت کے خلاف جو تفسیر بالرائے کی ہے اسے رد کر رہے ہیں صرف رد ہی نہیں اسے اتباع ہوا یعنی خواہش نفسانی کی پیروی ہیں قرآن مجید پر زیادتی قرار دے رہے ہیں۔ اب یہ فیصلہ ناظرین کریں کہ تمام امت کی قطعی یقینی اجماعی تفسیر کے خلاف خواہش نفسانی سے قرآن مجید پر زیادتی کرنے والا مسلمان ہے یا کافر؟ غالباً انور صاحب کا یہی جرم وہ جرم نابخشیدہ ہے جس کی سزا میں انھیں دار العلوم دیوبند چھوڑنا پڑا جس کو وہ بڑی حسرت و یاس سے کہا کرتے تھے "ہم نے کلمۂ حق کہا تو اس کی وجہ سے یہاں ڈھابیل میں آنا پڑا"

گنگوہی اور انبیٹھوی صاحب کی مشترکہ کفری عبارت

جب دیوبندیوں نے میلاد، قیام، عرس، چادر وغیرہ کے خلاف پوری طاقت سے مہم چلائی۔ متعدد فتاویٰ کتابچے شائع کئے تو جناب حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کے مرید اور خلیفہ مولانا عبد السمیع صاحب رامپوری نے انتہائی سنجیدگی اور متانت کے ساتھ ان معمولات کے ثبوت میں ایک مبسوط کتاب انوار ساطعہ لکھی جس پر گنگوہی صاحب کو بہت طیش آیا اور انھوں نے اس کے رد میں براہین قاطعہ

لکھی جو اپنے مرید اول خلیفہ خلیل احمد انبیٹھی صاحب کے نام سے چھپوائی یہ کتاب گنگوہی صاحب ہی کی لکھی ہوئی ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ ان کے مورخ عاشق الٰہی میرٹھی نے تذکرۃ الرشید جلد دوم صفحہ ۳۴۱ پر اسے ان کی تصنیفات کی فہرست میں داخل کیا ہے۔ لکھتے ہیں ناظرین ملاحظہ کریں۔

براہین قاطعہ ـــــ یہ انوار ساطعہ کا جواب اور رد بدعات و تحقیق سنت میں وہ لاثانی کتاب ہے جس کو حضرت کے (گنگوہی) کمالات علمیہ و عملیہ کا مظہر کہیں تو بجا ہے سنت کے عشق میں جو عشیادہ انداز اور شان جلالی کا اظہار اس میں نظر آتا ہے دیگر تصانیف میں کم ہے۔

قصہ یہ ہوا کہ ــــ مولوی عبد الجبار عمر پوری دیوبندی نے لکھا تھا۔ حضرت کی نسبت یہ اعتقاد کہ جہاں مولود شریف پڑھا جاتا ہے تشریف لاتے ہیں شرک ہے۔ ہر جگہ موجود اللہ تعالےٰ ہے اللہ سبحانہٗ نے اپنی یہ صفت دوسرے کو عنایت نہیں فرمائی (انوار ساطعہ یالائے براہین قاطعہ صفحہ ۵۲)

نانوتوی گنگوہی تھانوی صاحبان کے پیر بھائی مولانا عبد السمیع صاحب رامپوری رحمۃ اللہ علیہ نے انوار ساطعہ میں اس کو دو طریقہ سے رد فرمایا۔

(۱) ایک یہ کہ جہاں جہاں مولود شریف پڑھا جاتا ہے وہاں وہاں تشریف لانے کا مطلب ہر جگہ موجود ہونا کہاں ہے؟

(۲) زمین میں ہر جگہ تشریف لے جانے کو اللہ عزوجل کا خاصہ جاننا باطل ہے کیونکہ شرق سے غرب تک ہر روح کو حضرت عزرائیل علیہ السلام (ملک الموت) قبض کرتے ہیں ــــ ہر جگہ کو رات دن دیکھتے رہتے ہیں اللہ تعالےٰ نے دنیا ان کے آگے مثل چھوٹے سے خوان کے کر دیا ہے ــــ یہ تو ایک فرشتہ مقرب ہیں ــــ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو یہ قدرت دی ہے کہ وہ تمام بنی آدم کے

ساتھ رہتا ہے حاصل یہ ہے کہ جب مخلوق اور غیر اللہ کو یہ قدرت دی گئی ہے تو ہرگز یہ خاصۂ الوہیت نہیں اور جب یہ خدا کی خاص صفت نہیں تو رسول کے لئے اسے ثابت کرنا ہرگز ہرگز شرک نہیں ۔ اس رد کا گنگوہی صاحب سے کوئی جواب نہیں بن پڑا اور نہ قیامت تک کسی سے بن پڑے گا ۔ گنگوہی صاحب نے اپنے دل میں یہ فرض کرلیا یہ رد نہیں استدلال ہے ۔ یعنی یہ کہ مولانا عبدالسمیع صاحب نے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے ہر جگہ موجود ہونے پر یہ دلیل دی ہے ۔ کہ جب شیطان اور ملک الموت ہر جگہ موجود ہیں تو حضور چونکہ ان دونوں سے افضل ہیں اس لئے وہ بھی ہر جگہ موجود ہیں ۔ حالانکہ مولانا موصوف پر یہ کھلا ہوا افترا ہے ۔ مولانا عبدالسمیع صاحب نے عمر پوری پر نقض وارد فرمایا تھا ۔ نہ کہ اپنے مدعیٰ پر استدلال کیا تھا ۔ مگر ان بزرگوں کی یہ عادت متوارثہ ہے کہ اپنے حریف پر افترا کرنے سے نہیں چوکتے گنگوہی صاحب نے اس نقض کو استدلال ٹھہرا کر اس پر لکھا ۔

> الحاصل غور کرنا چاہیئے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے ؟ کہ شیطان اور ملک الموت کو یہ (علم کی) وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے ۔
>
> براہین قاطعہ صہ ۵۵

اس پر ہمارے مواخذے

(۱) زمین کا علم محیط گنگوہی صاحب نے شیطان اور ملک الموت کے لئے نص یعنی

قرآن و حدیث سے ثابت مانا۔ پھر اسی علم کو حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کیلئے شرک بتایا۔ اور یہ شرک اسی وقت ہوگا جب کہ اسے باری عز اسمہ کی صفت خاصہ مانیں ــــ اور جب اسے اللہ عزوجل کی صفت خاصہ مانیں گے تو شیطان اور ملک الموت کے لئے اسے ثابت ماننے کا مطلب یہ ہوگا کہ شیطان اور ملک الموت خدا کے شریک ہیں ــــ اور گنگوہی صاحب نے ان دونوں کیلئے ثابت مانا۔ اب لازم آیا کہ انھوں نے شیطان اور ملک الموت کو خدا کا شریک مانا۔ یہ اس عبارت کا ایک صریح کفر ہوا ــــ

(۲) پھر اس کفر و شرک کو نص یعنی قرآن و احادیث سے ثابت مانا یہ دوسرا کفر ہوا۔

(۳) اخیر میں ہے شیطان ملک الموت کو یہ (علم کی) وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے؟ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے ــــ

یعنی شیطان اور ملک الموت کے علم کی وسعت اور زیادتی نص یعنی قرآن و حدیث سے ثابت ہے اس لئے شیطان و ملک الموت کا علم وسیع اور زیادہ ہے ــــ مگر حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے وسعت علم یعنی علم کا زیادہ ہونا چونکہ نص قطعی سے ثابت نہیں اس لئے حضور کے لئے وسعت علم ماننا شرک ہے اس کا صریح مطلب یہ ہوا کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا علم زیادہ نہیں ــــ جس کا نتیجہ ظاہر ہے کہ گنگوہی صاحب کے نزدیک شیطان کا علم حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے۔ تکاد السمٰوٰت یتفطرن منه و تنشق الارض و تخر الجبال هدا ۔ قریب ہے کہ آسمان ٹوٹ پڑے ــــ زمین پھٹ جائے اور پہاڑ ڈھ جائیں ــــ جس کے دل میں ذرہ برابر ایمان ہوگا۔ کیا اسے اس میں شک ہوگا کہ یہ کلمۂ کفر نہیں کیا اس میں حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی کھلی ہوئی توہین نہیں؟ کیا اس کفر صریح کے بعد بھی گنگوہی صاحب اور ان کے مرید

اور خلیفہ انبیٹھی صاحب کے کافر ہونے میں کوئی شک و شبہہ باقی رہ جاتا ہے؟ ایسے شنیع قول پر مجدد اعظم اعلیحضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ العزیز نے گنگوہی اور انبیٹھی صاحبان کو کافر کہا تو کیا جرم کیا؟

لطائف اس صریح و شنیع کفریات کے علاوہ یہیں براہین قاطعہ میں کچھ مزیدار باتیں ہیں۔ ناظرین ان سے محظوظ ہوں۔

(۱) شیطان کی وسعت علم کے ثبوت کے لیئے صرف نص پر قناعت کی گئی مگر حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی وسعت علم کے لیئے صرف نص کو کافی نہیں جانا۔ نص قطعی کا مطالبہ کیا۔

(۲) اس کے برخلاف حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کی نفی کے ثبوت میں ایک بے اصل روایت پیش کیا۔ اور اسے شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ کی طرف منسوب کردیا۔ عبارت مذکورہ بالا کے چند سطور پہلے ہے۔

شیخ عبد الحق روایت کرتے ہیں کہ مجھے دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔

یہ حضرت شیخ قدس سرہٗ پر افترا ہے۔ روایت تو بہت دور ہے انھوں نے مدارج النبوۃ جلد اول صـ۹ پر اس روایت کو بالکلیہ رد فرمایا ہے۔ لکھتے ہیں

اینجا اشکال می آرند کہ در بعض روایت آمدہ است کہ گفت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم من بندہ ام نمی دانم آنچہ در پس ایں دیوار است جوابش آنست کہ ایں سخن اصلے ندارد و روایت	اس جگہ اشکال لاتے ہیں کہ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں بندہ ہوں نہیں جانتا کہ اس دیوار کے پیچھے کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس روایت کی کوئی اصل نہیں اور یہ روایت صحیح

بداں صحیح نشدہ است ۔ نہیں ۔

کیا کسی مسلمان سے ایسی جسارت ممکن ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے علم کو گھٹانے کے لیئے خود حضور پر جھوٹ باندھے اور من کذب علیّ فلیتبوأ مقعدہٗ من النّاس ۔ جو مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے ۔ کا بھی خوف نہ کرے پھر جرأت یہ کہ جن بزرگ نے اسے رد فرمایا انھیں کو راوی بتائے ۔

دوسرے علماء کی تائیدات

آج سے ایک صدی زائد ۱۳۰۶ھ کی بات ہے ریاست بھاول پور میں براہین قاطعہ کی گمراہ کن عبارتوں پر ایک انتہائی اہم اور فیصلہ کن مناظرہ ہوا تھا جس میں دیوبندیوں کی طرف سے اس وقت کے دیوبندی جماعت کے سب سے بڑے عالم ان کے شیخ الہند محمود الحسن کانگریسی اور خود انبیٹھی صاحب جن کے نام سے یہ کتاب چھپی ہے شریک تھے اور اہل سنت کی طرف امام المناظرین علامہ غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مناظر تھے یہ مناظرہ تحریری تھا اس مناظرہ کے حکم شیخ المشائخ حضرت مولانا شاہ غلام فرید صاحب چاچڑاں شریف نواب کے مرشد تھے ۔ موصوف نے اس مناظرہ پر جو فیصلہ دیا ہے وہ یہ ہے ۔

مؤلف مذکور خلیل احمد انبیٹھی مع اپنے معاونین
کے وہابی اہل سنّت سے خارج ہے ۔ تقدیس الوکیل ص۲

یہ مناظرہ تحریری تھا ۔ اس کی روداد تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل کے نام سے چھپ چکی ہے ۔ اس میں حضرت مولانا غلام دستگیر صاحب نے براہین کی اس عبارت پر یہی اعتراض کیا ہے کہ اس عبارت میں حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کو شیطان لعین کے علم سے کم بتایا ہے ۔

فقیر کان اللہ لہ کا اعتراض یہ ہے کہ سرور کائنات اعلم مخلوقات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وسعت علم کا جو انکار کیا ہے اور شیطان کے علم سے آپ کے علم کو کم لکھ دیا ہے یہ نہایت درجہ کی توہین ہے۔ ص ۱۹۳

اسی تقدیس الوکیل کی تصدیق میں مولانا رحمت اللہ کیرانوی مہاجر مکیؒ نے لکھا ہے۔

میں مولوی رشید احمد کو رشید سمجھتا تھا مگر میرے گمان کے خلاف کچھ اور ہی نکلے بڑی کوشش اس میں کی کہ حضرت کا علم شیطان لعین کے علم سے کمتر ہے اور اس عقیدہ کے خلاف کو شرک فرمایا۔ تقدیس الوکیل ص ۴۱۹

حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی وہ بزرگ ہیں جنھیں سلطان ترکی نے پایۂ حرمین کا خطاب دیا جنھیں خود براہین ہی میں ہمارے شیخ الہند مولوی رحمت اللہ لکھا ۔۔۔ جو لوگ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ پر الزام لگاتے ہیں کہ انھوں نے بلاوجہ ان لوگوں کو کافر کہا ہے وہ آئیں اور دیکھیں۔ شیخ الہند مولانا رحمت اللہ کیرانوی اور مولانا غلام دستگیر قدس سرہٗ العزیز اعلیٰ حضرت کے مرید ہیں نہ خلیفہ نہ پیر بھائی ان لوگوں نے بھی یہی کہا۔ لکھا کہ اس عبارت میں حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کو شیطان لعین کے علم سے کم بتایا گیا ہے۔ اور یہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے۔ کیا ایسی صورت میں بھی اعلیحضرت قدس سرہٗ کو یہ طعن دینا درست ہے کہ انھوں نے ان دونوں کی بلاوجہ تکفیر کی کسی مسلمان کو اس میں شک ہو سکتا ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنا کفر ہے۔

اور توہین کرنے والا کافر ہے

تھانوی صاحب کی کفری عبارت

دیوبندی جماعت کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی صاحب نے اپنے کتابچہ حفظ الایمان کے صفحہ ۷ پر لکھا۔

پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب ــــ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمر بکر بلکہ ہر صبی (یعنی بچہ) مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔

چند سطر بعد ہے: اور اگر تمام علوم غیبیہ مراد ہیں اس طرح کہ ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل عقلی و نقلی سے ثابت ہے۔

اس عبارت کا صاف صاف صریح وہ بھی صریح متعین مطلب یہ ہے کہ تھانوی صاحب نے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کو ہر کس و ناکس زید عمر بکر بلکہ بچوں پاگلوں جانوروں چوپایوں کے علم سے تشبیہ دی یا حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کو ان کے مساوی بتایا[ع] اور اس پر فریقین کا

[ع] یہ تردید اس بنا پر ہے کہ تھانوی صاحب کے نیازمند خود آپس میں الجھے ہوئے ہیں کہ اس عبارت میں ایسا تشبیہ کے لئے ہے یا "اتنا" اور "اس قدر" کے معنی میں ہے

اتفاق ہے کہ ان دونوں باتوں میں حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی انتہائی توہین اور تحقیر ہے۔ کسی نبی کی توہین وہ بھی سید الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کی توہین باجماع امت کفر ہے اور توہین کرنے والا کافر ــــ
اس عبارت سے مضمون مذکور بلا کسی ابہام واخفاء کے ظاہر ہے بے ہیر پھیر کے واضح ہے مزید توضیح کے لئے عرض یہ ہے ــــ ابتداء میں ہے کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا ــــ اس کا مطلب صرف یہ ہے ــــ یہ کہنا کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم غیب جانتے تھے
اس لئے کہ حکم کے یہی معنی ہیں کہ ایک چیز دوسرے کے لئے ثابت کی جائے آگے ہے ــــ

اِس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب" ــــ اس عبارت میں ــــ "اِس" کا اشارہ پہلے ذکر کردہ غیب کی طرف ہے یعنی وہ جو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھا ــــ اس لئے بعض غیب سے مراد حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم ہی کا بعض غیب ہوا اور یہی مراد ہونا متعین ہے ــــ
اس لئے کہ مقسم کا اقسام پر صدق ضروری ہے ورنہ قسم قسم نہ رہے بیگانہ محض ہو جائے

اس کے بعد اسی بعض علم غیب کو جو حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔ یہ کہا۔ اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو ہر زید وعمرو بکر بلکہ ہر صبی مجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔
اس لئے بلا کسی ادنیٰ شک وشبہہ اور بغیر ذرہ برابر تردد کے واضح ہو گیا کہ تھانوی صاحب نے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کو ہر کس و ناکس زید وعمرو بکر بلکہ صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے علم سے تشبیہہ دی یا ان کے برابر بتایا ــــ

اسی کو اور مختصر عبارت میں یوں کہہ لیجئے ـــــ کہ تھانوی صاحب نے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے لیئے بقول زید جو علم غیب حاصل مانا اس کی دو قسمیں کیں بعض غیب اور کل غیب ـــــ کل کے حاصل ہونے کو عقلاً نقلاً باطل کہا تو لازم کہ انھوں نے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے لیئے بعض علمِ غیب حاصل مانا ـــــ اور اسی کے بارے میں لکھا کہ ایسا علم غیب تو ہر زید وعمرو وبکر بلکہ ہر کس وناکس بچوں پاگلوں تمام حیوانوں تمام چوپایوں کو بھی حاصل ہے۔

اب اگر لفظ "ایسا" کو تشبیہ کے لیئے مانیں جیسا کہ دیوبندیوں کے شیخ الاسلام حسین احمد ٹانڈوی کی تحقیق ہے تو انھوں (یعنی تھانوی) نے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے علم ارفع واعلیٰ کو ان خسیس چیزوں کے کہتر وادنیٰ علم سے تشبیہہ دی ـــــ اس میں یقیناً حتماً حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی کھلی ہوئی توہین ہے ـــــ اور اگر لفظ "ایسا" کو اتنا اور اس قدر کے معنیٰ میں مانیں جیسا کہ مرتضےٰ حسن دربھنگی ناظم تعلیمات کی تحقیق ہے تو لازم کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے وافر وکثیر علم کو جس کی مقدار کوئی ملک مقرب اور نبی مرسل بھی نہیں جان سکا۔ ان رذیل چیزوں کے علم کے برابر کر دیا۔ یہ بھی بدترین توہین ہے ـــــ

غیر جانبداروں کی شہادتیں

دہلی کے مشہور سلسلہ نقشبندیہ کے شیخ طریقت امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی کے صاحبزادے حضرت مولانا شاہ ابوالخیر

دہلوی میرٹھ الہٰی بخش صاحب کی کوٹھی میں تھے وہاں امام المناظرین حضرت مولانا غلام دستگیر صاحب قصوری کے حامی ایک بزرگ پیر سید گلاب شاہ اور تھانوی صاحب اور قاری طیب کے والد حافظ احمد بھی تھے

اب آگے کا قضیہ مولانا زید ابو الحسن صاحب کی زبانی سنئے۔

پیر سید گلاب شاہ نے مولوی اشرف علی صاحب کی کتاب حفظ الایمان کے صٓ کا حوالہ دیتے ہوئے سنایا۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے۔ الی آخرہٖ۔ یہ سنکر آپ (مولانا ابو الخیر صاحب) نے مولوی اشرف علی سے کہا کیا یہی دین کی خدمت ہے تمہارے بڑے تو ہمارے طریقہ پر تھے تم نے اسکے خلاف کیوں کیا مولوی صاحب (اشرف علی) نے کہا میں نے اس عبارت کی توضیح اپنے دوسرے رسالے میں کردی ہے۔ آپ (مولانا ابو الخیر صاحب) نے جواب ارشاد فرمایا۔ تمہارے اس رسالے کو پڑھ کر کتنے لوگ گمراہ ہوگئے ہم دوسرے رسالے کو لے کر کیا کریں گے۔

(بزم خیر از زید ص۱۱ مقامات خیر ص۲۴۹)

اور خود تھانوی صاحب نے اسے بیان کیا کہ مولانا ابو الخیر صاحب نے تھانوی صاحب کو اپنی جماعت میں شریک ہونے سے روک دیا یہ دوسری بات ہے کہ اپنی فطری موروثی خوش اخلاقی کی وجہ سے خوش اسلوبی کے ساتھ لکھتے ہیں۔

جب جماعت تیار ہوگئی تو مولانا ابو الخیر صاحب نے مصلےّ پر جاتے ہوئے فرمایا میری جماعت والوں کے سوا جو اور لوگ ہوں وہ علیحدہ ہو جائیں (بزم جمشید)

حالانکہ جب تھانوی صاحب آئے تھے تو شاہ ابو الخیر صاحب باوجود پیرانہ سالی اور ضعف کے کھڑے ہو کر ملے تھے — مگر محبوب خدا کی شان اقدس میں

گستاخی پر مطلع ہونے کے بعد نماز میں شریک نہ ہونے دیا۔

دوسری شہادت

الحفیس حضرت مولانا ابوالخیر صاحب کے صاحبزادہ جناب مولانا ابوالحسن زید صاحب لکھتے ہیں۔

حفظ الایمان کی عبارت براہین قاطعہ کی (دکہنیا) والی عبارت سے قباحت وشناعت میں بڑھی ہوئی ہے وہ لکھتے ہیں کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب۔ الیٰ آخرہ ۔۔ اس رسالے کے چھپتے ہی ہندوستان کے طول وعرض میں عام طور پر مسلمانوں میں بےچینی کی لہر دوڑ گئی اللہ کے نیک بندے متحیر تھے کہ مولوی صاحب نے کیا لکھا ہے۔ کہاں محبوب خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا علم شریف چاہیے وہ علم شریف ایک بدیہی امر کا کیوں نہ ہو اور کہاں زید وعمرو اور صبی ومجنون اور حیوانات وبہائم کا علم، (بزم خیر از زید ص۲۲)

اس رسالے کے چھپتے ہی مولوی صاؔ پر اعتراضات شروع ہو گئے مولوی صاحب اپنی عبارت پر صاف دل سے غور کرتے تو یقیناً ان پر ظاہر ہو جاتا کہ عبارت میں بڑا سقم ہے اور اس کا ازالہ واجب ہے لیکن دس سال تک مولوی صاحب نے خاموشی اختیار کی اور ۱۳۲۹ھ کو مولوی مرتضیٰ حسن صاحب (دربھنگی) کے استفسار پر مولوی صاحب نے چار پانچ صفحہ کا رسالہ بسط البنان تحریر کر دیا اس رسالہ میں انھوں نے اپنی عبارت کی تاویل کی ہے۔ حالانکہ یہ ایک امر بدیہی ہے کہ تشریح اور تاویل اسی وقت کی جاتی ہے جب کہ کلام میں کوئی غموض یا ابہام ہو یا پھر اس کے سمجھنے سے بیشتر افراد قاصر ہوں، مولوی صاحب کی تاویلات میں سے ایک تاویل یہ ہے کہ لفظ ایسا ہمیشہ تشبیہ کے لیئے نہیں آتا۔ بلغائے اہل لسان

اپنے محاورات میں بولتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسا قادر ہے مثلاً
الیٰ آخرہ۔ مولوی صاحب کو خیال کرنا چاہیئے تھا کہ یہ رسالہ عوام کے
لئے لکھا گیا ہے اس میں ایسی عبارت لکھنے کی کیا ضرورت تھی جسکے
سمجھنے سے عوام کیا خواص اور علماء تک قاصر ہیں پھر لفظ ایسا تو
لغوی بحث ہے اردو کی مستند کتابوں میں اس کو دیکھ لیا جائے
صورت حال ظاہر ہو جائے گی کتابوں میں لکھا ہے کہ لفظ ایسا
دو طرح استعمال ہوتا ہے ـــــ یا تو یہ لفظ صفت واقع ہوتا
ہے اور اس صورت میں اس کے معنیٰ مماثل مساوی اور اس
قسم کے ہوتے ہیں۔ مثلاً یہ خط تم نے لکھا ایسا خط تو بچہ بھی لکھ
لے۔ یہ کام تم نے کیا ایسا کام تو کوئی ہوش مند نہ کرے ـــــ
اور یا یہ (ایسا) لفظ تابع فعل واقع ہوتا ہے اور اس صورت
میں اس کے معنیٰ اس قدر اور عمدہ کے ہوتے ہیں مثلاً تم نے
ایسا خط لکھا کہ دل خوش ہو گیا۔ ایسی بات کہی کہ دل بیٹھ گیا
مولوی صاحب کی عبارت میں لفظ ایسا صفت واقع ہو رہا ہے
اور یہ عبارت کہ "حضور ہی کی کیا تخصیص" معاملہ کو واضح تر کر رہی ہے
مولوی صاحب نے اس رسالہ میں اپنی دس سالہ خاموشی کی وجہ
اس طرح بیان کی ہے کہ کسی نے بھلے مانسوں کی طرح پوچھا ہی
نہیں تھا ـــــ

سبحان اللہ کیا خوب علت بیان کی ہے مسئلہ کی نزاکت کا خیال
نہیں عوام کے ایمان برباد ہونے کا احساس نہیں اور بھلے مانسوں اور
برے مانسوں کے لکھنے کا اثر لیا جا رہا ہے آخر ایسی عبارت لکھی ہی کیوں
جس سے مسلمانوں کے دل متألّم (دکھی) ہوتے (بزم خیر صـ ۲۴)

ان دونوں حضرات کو مجدد اعظم امام احمد رضا قدس سرہٗ سے کسی قسم کا کوئی لگاؤ نہیں تھا نہ استاذی شاگردی کا نہ پیری مریدی کا نہ نسبت کا نہ رشتہ کا حتیٰ کہ دوستی کا بھی لگاؤ نہیں تھا۔ بلکہ ان میں سے مؤخر الذکر نانوتوی صاحب کے تلمیذ مولوی عبد العلی میرٹھی کے شاگرد تھے اور نانوتوی گنگوہی صاحبان شاہ عبد الغنی صاحب کے تلمیذ تھے جو حضرت مولانا ابو الخیر صاحب کے دادا شاہ احمد سعید کے بھائی تھے بلکہ گنگوہی صاحب شاہ احمد سعید کے تلمیذ بھی تھے اس طرح دیوبندی مذہب کے بانیوں سے ان حضرات کا یک گونہ تعلق تھا مگر پھر بھی انھوں نے حفظ الایمان کی عبارت کو ایمان برباد کرنے والی مسلمانوں کے دلوں کو رنجیدہ کرنے والی وغیرہ فرمایا۔ اور اس میں حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی توہین بتایا۔ انھیں کیا حسد تھا کیا عناد تھا کیا غرض وابستہ تھی صاف تصریح ہے کہ ـــــ

اس رسالہ کے چھپتے ہی ہندوستان کے طول و عرض میں عام طور پر مسلمانوں میں بے چینی کی لہر دوڑ گئی مولوی صاحب پر اعتراضات شروع ہو گئے۔

کیا پورا ہندوستان مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ العزیز کا مرید تلمیذ تھا بات یہ ہے کہ مسلمانوں کے ایمان نے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی توہین پر انھیں بے چین کر دیا۔

تیسری شہادت

مقامات خیر ص۶۱۶ کے حاشیہ پر حضرت مولانا پیر سید محمد جیلانی بغدادی

رفاعی قادری نقشبندی خالدی حیدرآبادی ثم المدنی کے بارے میں
لکھا ہے کہ ان کے پوتے سید نذیر الدین ولد سید معین الدین کہتے ہیں ۔

میرے دادا (پیر سید محمد بغدادی) کے پاس حیدرآباد کے
لوگ مولوی اشرف علی کا رسالہ حفظ الایمان لائے اور
اس کے متعلق آپ سے دریافت کیا آپ نے رسالہ پڑھ کر
فرمایا علم غیب کے متعلق مولوی اشرف علی نے نہایت قبیح
عبارت لکھی ہے اس کے چند روز بعد مکہ مسجد میں مولوی
اشرف علی بیٹھے تھے میرے دادا نے کھڑے ہو کر مولوی اشرف علی
کے رسالہ کی قباحت بیان کی اور کہا کہ اس عبارت سے
بوئے کفر آتی ہے پھر چند روز بعد مولانا حافظ احمد (فرزند
مولانا محمد قاسم) کے مکان پر علماء کا اجتماع ہوا چونکہ
حافظ احمد صاحب کو میرے دادا سے محبت تھی اس لئے
انھوں نے آپ کو بلایا اور آپ تشریف لے گئے وہاں
حفظ الایمان کی عبارت پر علماء نے اظہار خیال فرمایا آپ نے اس
رسالہ کی قباحت کا بیان کیا اور رسالہ کے خلاف فتویٰ
دیا پھر تھوڑے دن بعد آپ نے خواب میں رسول اللہ
صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آنحضرت صلے اللہ
وسلم آپ سے رسالہ حفظ الایمان کی عبارت رد کرنے اور اس کو قبیح کہنے
پر اظہار خوشی فرما رہے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ سے
فرمایا ہم تم سے خوش ہوئے تم کیا چاہتے ہو تو آپ نے عرض کیا کہ میری تمنا ہے کہ
اپنی باقی ماندہ زندگی مدینہ منورہ میں بسر کروں اور مدینہ پاک کی مٹی میں
مدفون ہوں ۔ آپ کی درخواست منظور ہوئی اور آپ اس کے بعد
مدینہ طیبہ ہجرت کر گئے دس سال وہاں

مقیم رہے اور ۱۳۶۴ھ میں رحلت فرما گئے

حفظ الایمان کی اس عبارت کے سلسلے میں جو حضرات بھی کسی قسم کے تذبذب کے شکار ہوں ان کے لئے لمحۂ فکریہ ہے کہ ان مولانا حضرت سید محمد صاحب بغدادی کو تھانوی صاحب سے کیا حسد تھا کیا عداوت تھی کہ انھوں نے انھوں نے اس عبارت کے خلاف فتویٰ دیا وہ بھی تھانوی صاحب کے محب خاص کے گھر بیٹھ کر اور تھانوی صاحب کے رو در رو کارد فرمایا اور صاف صاف فرمایا کہ اس عبارت سے بوئے کفر آتی ہے اصل بات وہی ہے کہ یہ عبارت چینی جاپانی لاطینی سنسکرت میں نہیں کہ اسے کوئی نہ سمجھے ہر اردو داں جو معمولی سمجھ بوجھ رکھتا ہے وہ اس کو پڑھ کر اول وہلہ میں کہہ دیگا۔ اس میں بلا کسی شک و تردد کے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی کھلی ہوئی توہین ہے۔

اب تمام دیندار انصاف پسند مسلمانوں سے سوال ہے کہ جب تھانوی صاحب نے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی ایسی صریح توہین کی تو اب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ العزیز نے تھانوی صاحب کو کافر کہا تو یہ جرم ہے یا ایک دینی و ملی فریضہ؟

شفاء اور اس کی شروح اور شامی میں ہے اجمع المسلمون علیٰ ان شاتم النبی کافر۔ من شک فی عذابہ وکفرہ کفر ___ مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ نبی کی توہین کرنے والا کافر ہے۔ جو اس کے عذاب اور کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے ___

اب ہم اس بحث کو دیوبندی جماعت کے بہت بڑے مناظر اور بقلم خود تھانوی صاحب کے وکیل مرتضیٰ حسین صاحب دربھنگی ناظم تعلیمات دارالعلوم دیوبند کے ایک اہم بیان پر ختم کرتے ہیں انھوں نے اشد العذاب میں لکھا کہ اگر خانصاحب فاضل بریلوی کے نزدیک بعض علمائے دیوبند واقعی ایسے ہی تھے جیسا

کہ انھوں نے سمجھا تو خالصاحب بریان علمائے دیوبند کی تکفیر فرض تھی اگر
• وہ کافر نہ کہتے تو خود کافر ہو جاتے کیونکہ جو کافر کو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے۔
اب رہ گیا مجدد اعظم اعلےٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے علمائے دیوبند کو جیسا سمجھا یہ سمجھنا صحیح اور واقعہ کے مطابق ہے یا نہیں اس کی پوری تفصیل اوپر گذر چکی اور اگر کوئی صاحب مزید تفصیل کے خواہش مند ہوں تو میرا رسالہ "منصفانہ جائزہ" کا مطالعہ کریں مجھے امید ہے کہ اس کے مطالعہ کے بعد جس کے اندر ایمان کی تھوڑی سی بھی رمق باقی ہے تو وہ ضرور بالضرور یہی فیصلہ کرے گا کہ جماعت دیوبند کے یہ اکابر یعنی قاسم نانوتوی صاحب رشید احمد گنگوہی صاحب خلیل احمد انبیٹھی صاحب اشرف علی تھانوی صاحب نے ضروریات دین کا انکار کیا اور حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی توہین کی جس کے بعد ایک مسلمان کے لئے سوائے اس کے کوئی چارہ کار نہیں کہ وہ ان چاروں کو یقیناً حتماً کافر جانے اس لئے مجدد اعظم اعلےٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کو بدنام کرنا کہ انھوں نے بلاوجہ علماء دیوبند کی تکفیر کی ہے دیانت نہیں بہت بڑی خیانت ہے اصلاح نہیں بہت بڑا افساد ہے

تمت بالخیر

شب ہشتم شوال ۱۴۱۲ھ
گیارہ اپریل ۱۹۹۲ء

تصحیح :۔ مولانا مفتی محمد نسیم صاحب مصباحی، مولانا نفیس احمد صاحب مصباحی
اساتذہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور